25

ہندوستان میں تبلیغِ احمدیت کے لیے خاص جدوجہد کی جائے

(فرمودہ 30 جون 1944ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں نے پچھلے خطبات میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جماعت میں تبلیغ کی طرف سے بہت ہی استغناء پیدا ہو رہا ہے۔ 1942ء میں مَیں نے دیکھا کہ تبلیغ کے ذریعہ سے غالباً تین ہزار کے قریب احمدی ہوئے تھے لیکن 1943ء میں پندرہ سولہ سَو رہ گئے۔ اور اب 1944ء کی بیعت میں اگرچہ فرق نظر آتا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ متوجہ ہے مگر اِس کی وجہ جماعت کے افراد کی تبلیغ نہیں بلکہ المصلح الموعود کا اعلان ہے۔ کیونکہ بالعموم اِس امر کا ذکر ان کے خطوط میں ہوتا ہے اور اس طرح جو بیعت میں شامل ہوئے ہیں ان میں کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے مصلح موعود کا دعوٰی سن کر توجہ کی ہے۔ مگر اسے جماعت کی تبلیغ کا نتیجہ قرار نہیں دیا جاسکتا یہ تو الٰہی کام ہے۔

آجکل کاغذ کی بہت دِقّت ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر اس اعلان کو کثرت سے شائع کیا جاتا تو چونکہ طبائع میں قدرتی طور پر یہ مادہ ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے جب آواز آئے

تو قبول کرنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اگر جھوٹا شخص بھی کہے کہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں تو اس سے بھی لوگ ڈر جاتے ہیں۔ گو بعد میں تحقیق سے پتہ لگ جائے تو انکار کر دیتے ہیں۔ سچائی کو خدا کی آواز ہونے کی وجہ سے فائدہ پہنچتا ہے اور لوگوں کو خدا کی طرف سے کہنے کی وجہ سے توجہ پیدا ہوتی ہے۔ جو رَو تعلیم یافتہ طبقہ میں چلی ہے متواتر خطوط سے پتہ لگتا ہے کہ لوگ تحقیق کرنے لگے ہیں۔ یہ جماعتی تبلیغ کے نتیجہ میں نہیں بلکہ خدا کے اعلان کے نتیجہ میں ہے کہ لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ اب خاموش رہنا مناسب نہیں۔ بلکہ خدا کی آواز پر غور کرنا ضروری ہو گیا ہے ورنہ مجرم بن جائیں گے۔ یوں جماعتی تبلیغ میں کمی ہے۔

یہ بھی خدا تعالیٰ نے جماعت پر حجت کا ذریعہ پیدا کر دیا ہے کہ ایک طرف تو تعلیم یافتہ طبقہ متوجہ ہو رہا ہے۔ کچھ مان رہے ہیں، کچھ قریب ہو رہے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے جماعت پر حجت قائم کر دی ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ ماننے والوں کا گروہ کم ہو گیا ہے۔ اگر یہ کم ہوتا تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ اب باقی وہی لوگ رہ گئے ہیں جو نوحؑ کی قوم کی مانند عذاب ہی کے قابل تھے۔ اِس اعلان (مصلح موعود) نے لوگوں کے اِس خیال کی اِس طرح تکذیب کر دی کہ جن تک اعلان پہنچ رہا ہے وہ توجہ کر رہے ہیں اور ایک نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں۔ اب جب اِس خیال کی تردید ہو گئی تو ایک ہی بات رہ گئی کہ جماعت میں تبلیغ کی طرف پوری توجہ نہیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہمارے آئندہ حالات پر یہ امر خطرناک طور پر اثر انداز ہونے والا ہے۔ اب بیرونی جماعتیں قریب قریب ہندوستان کی جماعتوں کی تعداد کے برابر پہنچ رہی ہیں۔ ہندوستان میں اندازاً تین ساڑھے تین لاکھ کے قریب احمدی ہیں جو جانی بوجھی ہوئی جماعت ہے۔ یوں تو عام تعداد زیادہ ہو گی لیکن جماعتی کاموں میں حصہ لینے والے یا تعلق رکھنے والے سارے ہندوستان میں اندازاً تین ساڑے تین لاکھ کے قریب رہے ہیں۔ ہندوستان سے باہر خصوصاً افریقہ اور جاوا، سماٹرا میں جماعت چند سالوں میں اِس سرعت سے پھیلی ہے کہ اُن کی تعداد دو لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اب یہ خطرناک بات ہے کہ جس جماعت نے باہر اشاعت کرنی ہو اُس کی تعداد تو ساڑھے تین لاکھ ہو اور بیرونی جماعت دو لاکھ ہو۔

بیرونی ملکوں میں اِس قدر جلدی احمدیت پھیلی ہے کہ جہاں کوئی نیا مبلغ پہنچا ہے

سال دو سال میں ہزاروں کی تعداد میں احمدی ہوگئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان سے باہر مخالفت نہیں۔ یہاں رقابت ہے۔ بجائے اِس کے کہ لوگ خوش ہوں کہ ہم میں سے نبی آیا، اُلٹا مخالف ہو رہے ہیں کہ ہم میں سے کیوں آیا۔ خدا تعالیٰ رسولوں کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم مِنْ اَنْفُسِكُمْ 1 رسول بھجواتے ہیں۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کیوں رسول آیا۔ لیکن اگر باہر سے آتا ہے تو کہتے اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا 2 کیا بشر کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیج دیا؟ گویا عرب اِس پر خوش نہ تھے کہ عربوں میں سے ایک رسول آیا ہے بلکہ وہ اس بات پر بھی خوش نہ تھے کہ انسانوں میں سے رسول آئے۔ گویا گھوڑا یا بیل رسول ہو کر آ سکتا تھا لیکن انسانوں میں سے کوئی اِس کا مستحق نہیں تھا کہ ان میں سے رسول آئے۔ یہی حال آجکل ہندوستانیوں کا ہے۔

پس رقابت کا بُغض ہندوستان میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ جب کسی کو تبلیغ کی جائے تو گاؤں کے لوگ عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ اجی ہندوستان میں ہی خدا نے رسول بھیجنا تھا؟ مکہ میں آجاتا یا قاہرہ میں آجاتا ہندوستان میں کیوں آیا؟ گویا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا اتنا مقہور اور اتنا مطرود سمجھتے ہیں کہ وہ اس کی کسی بھی نعمت کے مستحق نہیں۔ لیکن بیرونِ ہند میں ایسا نہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ اس لیے وہ ہماری تبلیغ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور سچائی کو صرف توجہ ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب لوگ توجہ کرتے ہیں تو گو سارے تو نہیں لیکن ستّر اسّی فیصدی شکار ہو جاتے ہیں۔ باہر کے لوگوں پر یوں بھی ہندوستان کا اثر ہے۔ اول تو اِس لیے کہ یہاں بہت سے مسلمان ہیں۔ دوسرے اِس لیے کہ آخری حکومت یہاں پر مسلمانوں کی تھی۔ تیسرے انگریزوں کی بڑائی کا جہاں کہیں ذکر آتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی وجہ سے ان کی عظمت بڑھی ہے اور ہندوستان کو انگریزوں کے تاج کا ہیرا سمجھا جاتا ہے۔ اِس لیے جب بھی مسیح موعود کا نام لو تو باہر کے لوگ یہ نہیں کہتے کہ ہندوستان میں مسیح کیوں آیا۔ اور مبلغ کو حقارت سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان واقعی بڑا ملک ہے، وہاں بڑی کثرت سے مسلمان ہیں اِس لیے وہاں خدا تعالیٰ کا مامور آئے تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ جب یہ خیال اُن کو آتا ہے تو وہ سلسلہ کی باتیں سنتے اور

لٹریچر پڑھنے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اُن کو یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سنیں کیوں۔ بلکہ وہ صرف یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ہم مانیں کیوں؟ تم دلائل دو ہم سننے کے لیے تیار ہیں۔ اِس وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ بیرونی ممالک میں جہاں بھی احمدی گئے ہیں کثرت سے اور بہت جلدی احمدیت پھیلی ہے اور ان میں اخلاص پایا جاتا ہے۔

یہاں کی آبادی کی کثرت نے لوگوں کے خیالات کو خراب کر دیا ہے۔

شُد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

اتنی بڑی آبادی کو پڑھانا مشکل ہے۔ لیکن دوسرے ملکوں میں آبادی کم ہے۔ حکومت کی ذرا سی توجہ سے لوگ تعلیم یافتہ ہو جاتے ہیں۔ اِس وجہ سے جتنا بھی لٹریچر اُن تک پہنچے وہ پڑھ لیتے ہیں۔ مِصری یا افریقن جماعتوں کی قربانی کے متعلق جو خبریں آئی ہیں، وہ ہندوستان کی بہت سی جماعتوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ ان میں باوجود وحشی ہونے کے پھر بھی تعلیم کا چرچا اور ذوق وشوق زیادہ ہے۔ جب حکومت اعلان کرتی ہے کہ علم سیکھنا چاہیے تو خواہ وہ علم حاصل نہ کر سکیں اُن کو ذوقِ مجالس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہر مجلس میں پہنچ جاتے ہیں۔ اِس لیے اُن کے اندر علم کی اہمیت قائم ہے اور ہمارے ملک میں جہالت کی اہمیت قائم ہے۔ اگر ہم تبلیغ کریں تو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا اس سے کیا تعلق؟ یہ تو پڑھے لکھے لوگوں کی باتیں ہیں۔ لیکن بیرونِ ممالک میں یہ نقطہ نگاہ لیتے ہیں کہ اگر ہم کتابیں نہیں پڑھ سکتے تو مبلغ کی مجلس میں پہنچ کر ہی اُس کی باتیں سن لیں۔ اِسی طرح وہاں علم کا غلبہ ہے تو یہاں جہالت کا غلبہ ہے اور اسی وجہ سے ہندوستانی چاہے پڑھا لکھا بھی ہو پھر بھی وہ ہماری باتیں سننے سے انکار کر دیتا ہے۔

اِن حالات کے ماتحت گو احمدیت کی ترقی کے سامان باہر زیادہ ہیں مگر ساتھ خطرات بھی زیادہ ہیں۔ اگر وہاں جماعت زیادہ ہوگئی تو احمدیت کی تعلیم خطرہ میں پڑ جائے گی۔ جیسا کہ مسیح ناصریؑ کے زمانہ میں ہوا کہ عیسائیت اپنے مرکز سے نکل کر روما چلی گئی۔ جب تک اپنے مرکز میں تھی اُس میں شریعت کا ادب تھا۔ مسیحؑ کو خدا کا نبی مانتے تھے لیکن جب روما میں گئی جو کفر کا مرکز تھا تو مذہب کی اہمیت جاتی رہی اور کفر کے نقش و نگار چڑھنے شروع ہوئے

اور تھوڑے ہی عرصہ میں کچھ کا کچھ بن گئی۔ چنانچہ مَیں نے اپنی آنکھوں سے کیٹا کومبز (CATACOMBS) کو دیکھا ہے اور اُس وقت کی عیسائیت مشاہدہ کی ہے۔ ایک پادری ہمارے ساتھ تھا جو کتبوں کا ترجمہ کر کے ہمیں سناتا جاتا تھا۔ اُن سے وضاحت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ مسیحؑ کو خدا کا نبی مانتے تھے، بیٹا بھی مانتے تھے مگر بمعنی نبی جیسا کہ بائبل میں دوسرے انبیاء کو بیٹا کہا گیا ہے۔ غرض جتنے نشان تھے عہد نامہ قدیم سے تھے اور یونسؑ نبی کے معجزہ پر خاص طور پر زور دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی عیسٰی علیہ السلام کے اِس معجزہ پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ جیسا یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے۔ ایسا ہی مسیح علیہ السلام کے لیے ضروری تھا کہ زندہ ہی قبر میں داخل ہوں اور زندہ نکلیں۔ اس نشان کی ہزاروں تصاویر وہاں تھیں۔ لیکن اِس قسم کی کہ مسیح سے دعا ہو کہ مسیح ہم پر فضل کرے، بہت ہی شاذ تھیں۔ اتنا ظلم ہوتا ہے کہ مسیح سے درخواست کی جاتی تھی کہ اے مسیح! خدا سے ہمارے لیے دعا کر کہ وہ ہم پر فضل کرے۔ غرض عیسائیت کی موجودہ خرابی اِسی وجہ سے نظر آتی ہے کہ وہ اپنے مرکز سے نکل کر روما چلی گئی۔ یہی خطرہ ہمارے سامنے ہے۔ ایک طرف ہم بیسیوں مبلغ تیار کر رہے ہیں، مَیں کانپ جاتا ہوں جب سوچتا ہوں کہ اگر چار پانچ مبلغوں کے ذریعہ سے دس بیس ہزار کی جماعت بن جاتی ہے۔ اگر سَو دو سَو مبلغ گئے تو دس بارہ سال میں تیس چالیس لاکھ بن جائے گی۔ اور یہ قدرتی بات ہے کہ جب اُن کا زور زیادہ ہو جائے گا تو وہ اس بات کا بھی دعوٰی کریں گے کہ ہم خود تبلیغ کریں گے ہم کو بھی تبلیغ کا شوق ہے۔ ہندوستان کے مبلغ کی اب ضرورت نہیں اِس کو کسی نئے علاقہ میں بھیج دیا جائے اب ہم آپ اپنے مبلّغ تیار کریں گے۔ پہلے پہلے شیطان نیک خیال پیدا کرتا ہے۔ وہ پہلے تو یہ کہیں گے کہ قادیان کی حکومت سر آنکھوں پر مگر ہمیں بھی ثواب کا موقع ملنا چاہیے۔ ہندوستان کا مبلغ بیوی بچوں کو چھوڑ کر آتا ہے، اِس کو کسی اَور ملک میں بھیج دیا جائے۔ ہمارے ملک میں ہمارے اپنے ملک کا مبلغ مناسب رہے گا۔ تو پہلے چھوٹی سی خرابی پیدا ہوتی ہے آخر وہی بڑھتے بڑھتے کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے اور مرکز کے دور ہونے کی وجہ سے خرابی بڑھتی جائے گی۔ پس جب تک ایک لمبے عرصہ تک تبلیغ اور تربیت میں نگرانی ہندوستان اور قادیان کی نہ

رہے گی احمدیت کی جڑیں مضبوط نہ ہوں گی۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انتظام کے لحاظ سے قادیان کو مرکز قرار دیا ہے۔ پس وہ مرکز رہے گا۔ لیکن اگر تبلیغ اور تربیت پر بھی لمبی نگرانی نہ رہی تو عقیدہ اور عمل میں بگاڑ پیدا ہونا لازمی ہے۔ ان حالات کی اصلاح تبھی ہو سکتی ہے کہ جماعت پورے طور پر اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور تبلیغ کرے۔ اِس طور پر کہ اگر وہاں ایک احمدی ہو تو اس کے مقابلہ میں یہاں تین ہوں۔ جہاں جماعت باہر بڑھے تو ساتھ ہی یہاں کی جماعت بنیاد کے طور پر بڑھے۔ کیونکہ بنیاد اوپر کی دیوار سے موٹی ہونی چاہیے۔ یہ ایک اہم سوال ہے جس کے متعلق میں نے پچھلے خطبہ میں توجہ دلائی تھی۔ گو میں نے یہ کہا تھا کہ یہ میری تنبیہہ آخری بار ہے لیکن پھر بھی یہ ایسا امر نہیں ہے کہ اسے ایک دفعہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے بلکہ ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کا ہر سیکرٹری، ہر خطیب اس کو دُہراتا رہے کہ ہندوستان کی جماعت کو بڑھاؤ ورنہ خطرہ ہے کہ وہ مصفّٰی تعلیم جو تیرہ سَو سال کے بعد آئی ایسے ہاتھوں میں چلی جائے جو اسے ناپاک کر دیں۔ پس مَیں پھر جماعت کو توجہ دلا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے خدا کے فضل نے دکھا دیا ہے کہ لوگوں کو توجہ ہے اور لوگوں کے دل ماننے کو تیار ہیں۔ لوگ لٹریچر منگواتے ہیں، احمدیوں کو تلاش کر کے ان سے پوچھتے ہیں کہ ہم نے ایسا دعوٰی سنا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ خصوصیت سے اِس طرف متوجہ ہے۔ پس یہ کہنا کہ سنتے نہیں یہ غلط ہے۔ جہاں جماعتوں نے توجہ کی ہے لوگ سنتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ تعصب بھی دکھاتے ہیں اور روکیں پیدا کرتے ہیں۔ لیکن روکیں مٹانا ہمارا فرض ہے۔ خدا کے فرشتے اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ۔**3** وقت آگیا ہے کہ سعید روحیں تیری مدد کریں اور تُو لوگوں میں روشناس کرایا جائے۔ اَور بھی الہامات ہیں جیسے يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كُنْتُ لَا اَعْرِفُكَ۔**4** یہ الہام بتاتا ہے کہ آپ کو دنیا قبول کرے گی لیکن سوال تو یہ ہے کہ اِن نعمتوں کو لے جانے والا کون ہو گا۔ خواہ وہ لے جانے والا میرا بیٹا ہی ہو۔ مگر خدا کی محبت کے مقابلہ میں مجھے بیٹے سے بھی رقابت پیدا ہو گی۔ سچے مومن کو یہی شوق ہونا چاہیے۔ جہاں تک

تعلیم کا سوال ہے مَیں اپنے بیٹے کو تعلیم دلاؤں گا۔ لیکن جب کام کا سوال پیدا ہو گا تو عشق کی علامت یہی ہو گی کہ وہ انسان یہ چاہے کہ زیادہ کام مَیں ہی کروں۔ کام تو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ترقی کرنے والی جماعت کے لیے نئے سے نئے کام نکلتے آتے ہیں۔ جب دنیا سمجھتی ہے کہ پروگرام ختم ہو گیا ہے تو نیا نکل آتا ہے۔ جب کبھی بھی دنیا میں ایک قوم ترقی حاصل کرے گی، اسے ایک اَور بلندی اور رفعت کا مقام نظر آجائے گا۔ پس یہ غلط ہے کہ اگر باپ ایک کام کو کر جائے تو اُس کی اولاد کیا کرے گی۔ اولاد کے لیے اَور کام خدا تعالیٰ پیدا کر دے گا۔ پس ہر شخص کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ سب کام مَیں ہی کر جاؤں۔ اسے بالکل نہیں گھبرانا چاہیے کہ میرے بعد آنے والے لوگ کیا کریں گے۔ کیونکہ ان کے لیے نئے کام نکل آئیں گے۔ بہرحال اُس کے سامنے جو کام ہیں اُسے اپنے ہی زمانہ میں ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اِس طرح اگر لوگ کام کرنے لگ جائیں تو خدا تعالیٰ تبلیغ کا دروازہ کھول دے گا اور اُس کی برکتیں اور رحمتیں اعلیٰ پیمانہ پر نازل ہونی شروع ہو جائیں گی"۔ (الفضل 19 / جولائی 1944ء)

---

1 :التوبۃ:128

2 :بنی اسرائیل:95

3 :تذکرہ صفحہ 66۔ ایڈیشن چہارم

4 :تذکرہ صفحہ 595۔ ایڈیشن چہارم